R. No. 2186/57

Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date

1-8-15-22

Phone—29

Annual Rs. 4/-

Per Copy-12

جلد ۲۶ - شمارہ ۳۱ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ اگست ۱۹۶۷ء

اداریہ

آزادی کے بیس سال

بیس سال کسی فرد کی زندگی میں بہت ہوتے ہیں، قوموں کی زندگی میں ایک لمحہ ہیں۔ پھر بھی بیس سال میں ہم نے اپنی منزل مقصود کی طرف کس قدر سفر کیا، سفر کی رفتار کیا تھی، زاد راہ کیا تھا، ساتھیوں کا کیا حال رہا، رہنماؤں نے ہمارے ساتھ کیا کیا، اس کا کچھ جائزہ تو لے سکتے ہیں۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ جائزہ کسی طرح تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا۔

یوں تو ہم نے آزادی حاصل کر کے، جمہوریت اور سیکولرزم کو اپنایا اور سوشلزم کو اپنی منزل قرار دیا۔ یوں تو ہم نے صنعتی دور میں قدم رکھا اور منصوبہ بندی کو شعار بنایا۔ یوں تو ہم نے گروہ بندی اور دھڑے بندی سے بچ کر سب سے دوستی کی کوشش کی اور امن عالم کے قیام میں مدد دی۔ یوں تو ہمارے یہاں غریبی کم ہوئی۔ قومی آمدنی بڑھی، بیماریوں پر خاصا قابو پا لیا اور عمر کا اوسط بڑھا، یوں تو صنعتی ادارے، فولاد کے کارخانے، بجلی بنانے کے بڑے منصوبے وجود میں آئے، تعلیم بڑھی، علمی اداروں نے ترقی کی، تجربہ گاہیں کھولی گئیں، مگر سچی بات یہ ہے کہ اس عرصے میں ہماری بنیادی کمزوریاں اور واضح ہو گئیں اور ہم نہ صرف اپنے سارے مسائل کو حل نہ کر سکے بلکہ کچھ نئے مسائل بھی ہم نے پیدا کر لیے۔ ہم نے ایسی ریاستیں ختم کیں اور ملک کو ولایت عطا کی مگر راجاؤں اور نوابوں کا ہماری سیاست پر اب بھی گہرا اثر ہے۔ ہم نے لسانی صوبے بنائے اور اس طرح بجائے ہر زبان کے بولنے والوں میں قومی یکجہتی پیدا کرنے کے زبان کی بنا پر محدود اور علاقائی نظر پیدا کر دی۔ پھر لسانی اقلیتوں کے ساتھ انصاف کے جو وعدے کیے گئے تھے وہ شرمندۂ عمل نہ ہو سکے۔ خصوصاً اردو کے ساتھ تو اب تک بے انصافی، بے پروائی اور بے توجہی جاری ہے اور جب اردو والے دستور کے مطابق تحفظات کا مطالبہ کرتے ہیں تو اسے فرقہ پرستی اور علیحدگی پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس شخ سیاست دانوں نے ملک کی خدمت کم کی ہے اپنی خدمت زیادہ۔ گاندھی جی کے پیغام کا نام بڑے زور شور سے لیا جاتا ہے، اس کے اخلاقی پہلو کو بھی نظر انداز کرتے ہیں، جواہر لال نہرو کی وسعت نظر، عالی ہمتی، سیکولرزم، انسان دوستی کو لوگ بھلا بیٹھے ہیں، ہر شخص ایک دوسرے کے عیب تلاش کر رہا ہے۔ ذات، علاقہ، زبان، برادری، مذہب سب کو عزیز ہے، ملک سے محبت کرنے والے اور اس کا مفاد دیکھنے والے کم ملتے ہیں۔ ہم لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ گو ہماری بہت پرانی تاریخ ہے، مگر ہم ایک نو عمر قوم ہیں اور ابھی اذہ منہ وسطیٰ کے ذہن سے نکل نہیں سکے ہیں۔ ہمیں جدید ذہن پیدا کرنا ہے۔ ایسی قوم پرستی کو فروغ دینا ہے جو عام انسانی برادری کے لیے راہیں ہموار کر سکے۔ ہمیں ملک کو مضبوط، صحت مند اور خوشحال بنانا ہے۔ یہ کام محنت چاہتا ہے اور صبر اور ضبط و نظم۔ بیس سال کا یہی سبق ہے۔ اگر ہم نے یہ سبق واقعی سیکھ لیا تو پھر ہم ضرور اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے ورنہ ہماری ترقی معلوم۔

امریکی کالج میں لازمی اردو

نیو یارک۔ امریکہ کی فورڈہم یونیورسٹی نے جولائی سے شروع ہونے والے تین سالہ تجرباتی کالج کے نصاب میں داخلہ لینے والے طلبہ کے لیے اردو کو لازمی قرار دے دیا ہے۔ نئے قائم شدہ کالج کے سربراہ ڈاکٹر الزبتھ سویلی نے کہا ہے کہ متذکرہ کالج کے پانچ شعبوں کے ممبران کے ایک حالیہ اجلاس میں اس کا فیصلہ کیا گیا۔ داخلہ لینے والے طلبہ سے انٹرویو کے دوران جب یہ شرط پیش کی گئی تو اس کا ردعمل بہت عمدہ ہوا۔

ڈراموں کی پانچ جلدیں زیر طبع ہیں

لاہور۔ بورڈ فار دی ایڈوانسمنٹ آف لٹریچر کے زیر اہتمام

مرتب ہونے والے اردو کلاسیکل ڈرامہ کی پانچ جلدیں زیر طبع ہیں اور بہت جلد منظر عام پر آجائیں گی۔ اس کا انکشاف بورڈ کے ڈائرکٹر جناب سید امتیاز علی تاج نے کیا۔ انھوں نے بتایا کہ یہ بورڈ کے زیر اہتمام دیے ہوئے اس پروگرام کی پہلی کڑی ہے جس کے تحت تیس جلدوں پر مشتمل اردو کلاسیکل ڈرامہ کی انسائیکلوپیڈیا شائع کرنا ہے۔ جس میں سنہ ۱۸۵۰ء سے لے کر سنہ ۱۹۳۶ء تک کا ڈرامائی عہد اور اس کا ارتقا شامل ہوگا اس انسائیکلوپیڈیا کا آغاز رہس، دریائے تعشق اور اندر سبھا جیسے ڈراموں سے اور اختتام آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں پر ہوگا۔ سید امتیاز علی تاج نے توقع ظاہر کی کہ اس پروگرام کی تکمیل کے بعد نہ صرف یہ کہ محققین کو اس سے بہت مدد ملے گی بلکہ اردو ادب کے طلبہ بھی اس سے استفادہ کر سکیں گے۔

(افکار)

نیپال کی لوک کہانیاں

کھٹمنڈو: محکمۂ ثقافت کے ایک ادبی تحقیقاتی ادارہ نے دو سو سے زیادہ نیپالی ضرب الامثال لوک کہانیاں اور اصنامیات تحقیق جمع کیے ہیں جنھیں عنقریب کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا۔

(افکار)

سوویت یونین میں غالب کی صد سالہ برسی

ماسکو: سوویت یونین میں ہندوستان کے ممتاز شاعر مرزا غالب کی صد سالہ برسی منانے کی تقریبات منائی جائیں گی۔

سوویت سائنس اکاڈمی کا ادارہ برائے ایشیائی عوام کے شعبۂ شرقیاتی ادب نے صد سالہ تقریبات کے لیے تیاریوں کا آغاز کر دیا ہے۔

جشن صد سالہ کے جزو کے طور پر ہندوستانی اور سوویت محققین کے ذریعے غالب کی تخلیقات کے بارے میں مقالات کے ایک مجموعہ کی تیاری اور اشاعت کی تجویز منظور کی گئی ہے۔

غالب کی تخلیقات کا ایک مجموعہ اردو اور فارسی میں ان کی منتخب تخلیقات کا انتخاب روسی تراجم کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔

غالب اور ان کی شاعری کے موضوع پر ایک مذاکرہ اور ایک سائنسی کانفرنس کا انعقاد بھی ہوگا۔

سوویت قارئین کو غالب کی بعض شعری تخلیقات سے کلیا لگیا۔ کوندراتیو کے تراجم کے ذریعے ۱۹۳۶ء میں روشناس ہونے کا موقع ملا تھا لیکن سوویت یونین میں غالب کی تخلیقات کا باقاعدہ مطالعہ چھٹی دہائی میں شروع ہوا، جب سوویت سائنس

اکاڈمی کے ادارہ برائے ایشیائی عوام میں شعبۂ شرقیاتی ادب قیام عمل میں آیا تھا۔ (نوودستی)

روس میں اقبال کے بارے میں ایک نیا رسالہ

ماسکو: برصغیر ہند پاک کے عظیم شاعر اقبال کے بارے میں سوویت یونین میں ایک نیا رسالہ مرتب کیا گیا ہے سوویت یونین کی سائنس اکاڈمی کے انسٹی ٹیوٹ برائے ایشیائی عوام کی ادبی اسکالر نتالیا پریگارینا نے اسے تیار کیا ہے۔

نتالیا پریگارینا لگ بھگ دس برسوں سے اقبال کی شعری تخلیقات کے مطالعہ میں مصروف تھیں انھوں نے سوویت یونین کے مختلف جریدوں میں اقبال کے بارے میں کئی مضامین شائع کرائے ہیں۔

کابل کی نمائش میں ہندوستان کی نادر دستاویزات

نئی دلی: ثقافتی تعلقات کی ہندوستانی کونسل نے ہندوستان اور افغانستان کے تعلقات کے موضوع پر ۲۰۰ نادر دستاویزات اور مسودے کی نقول کابل بھیجی ہیں تاکہ انھیں اس نمائش میں شامل کیا جا سکے جو کابل میں شروع ہو رہی ہے پشتو اور دری (فارسی) نیز دوسری زبانوں میں بھی ہندوستان افغانستان کے تعلقات کے موضوع پر کابل میں منعقد ہونے والے سیمینار میں شرکت کے لیے یہاں سے شری امتیاز علی عرشی اور پروفیسر ایس وحید الدین گئے ہیں۔

ڈوگری اور کشمیری زبانوں میں ترجمے

جموں: معلوم ہوا ہے کہ جموں کشمیر کلچرل اکیڈمی جلد ہی تین علاقائی زبانوں ڈوگری کشمیری اور بودھی زبانوں کی ترقی کے لیے قدم اٹھائے گی یہ فیصلہ گورنمنٹ کشمیر کے حالیہ فیصلے کے سلسلے میں کہ ڈوگری کشمیری اور بودھی کو ذریعہ تعلیم بنائے گی کی روشنی میں کیا گیا ہے چنانچہ مرکزی امداد سے اکیڈمی ان زبانوں کا انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کرے گی نیز ڈوگری اور کشمیری ڈکشنری بھی تیار کی جا رہی ہے اکیڈمی ستمبر میں ڈوگری کشمیری اور بودھی کے علما کی ایک کانفرنس بھی کرے گی تاکہ ان زبانوں کی ترقی کے لیے ذرائع وسائل اور طریقے طے کیے جائیں۔ اکیڈمی نے ہندوستان کی کلاسیکل کتابوں اور ٹیگور کی تصنیفات کا ایک معتدبہ حصہ بھی ان زبانوں میں ترجمہ کرایا ہے۔

------x------

ڈاکٹر سید محمد حسنین

اردو زبان کی تعلیم اور اردو کے ذریعے تعلیم کے مسائل

(انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند کی کشمیر کانفرنس میں پڑھا گیا)

موضوع زیر گفتگو کے دو حصے ہیں:

(۱) اردو زبان کی تعلیم کے مسائل THE PROBLEMS OF TEACHING OF URDU LANGUAGE

(۲) اردو کے ذریعہ تعلیم کے مسائل THE PROBLEMS OF TEACHING THROUGH URDU MEDIUM

ہر دو حصّہ عہدِ حاضر کے مشکل اور سنگین جمہوری حالات سے شدید طور پر اثر زدہ ہے۔ جمہور کے مزاج اور اپنے محدود وسائل کی روشنی میں اس موضوع پر غور و فکر کرنا ہمارے لیے زیادہ مفید ہوگا۔

اس برملا اظہار میں اب بے باکی کی ضرورت ہے کہ آج ہم اساتذہ اردو کو زبان کی ترقی سے زیادہ زبان کی بقا کی طرف توجہ دینے کی فوری ضرورت ہے۔ نیم جان مریض کے لیے جسمانی توانائی کی طرف توجہ دی جاتی ہے اطمینان کے لیے دوائیں نہیں دی جاتیں۔ ہم اردو زبان کی تعلیم کی بات کریں یا اردو زبان کے ذریعہ تعلیمات دینے کے امکانات کا تذکرہ چھیڑیں، یہ حقیقت ہے کہ آج کے سخت اور مضر جمہوری اثرات سے متاثر ہو کر صحت مندانہ طور پر نہ ہم قدم اٹھا سکتے ہیں اور نہ قدم بڑھا سکتے ہیں۔ حوصلہ اور عمل کی صالح قوتوں کے باوجود اقدام میں دشواری یہی ہماری بے بسی ہے۔

اس پیش بندی کے بعد موضوعِ گفتگو کے ان دو حصوں پر مجھے اپنے حقیر خیالات کے اظہار کی اجازت دیں۔

اردو زبان کی تعلیم کے مسائل

(الف) رسم الخط

میرے ناقص خیال میں پہلا اور بنیادی مسئلہ رسم الخط کا ہے جو بے حد اہم ہے۔ "اردو کا موجودہ رسم الخط رکھا جائے یا بدل دیا جائے؟" یہ سوال پچھلے کئی برسوں سے ہمارے پیش ذہن رہا ہے۔ اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی اس سے دلچسپی لی ہے۔ اردو کے لیے ہندی لیپی اور رومن اسکرپٹ کے چرچے بھی ہوئے ہیں۔ ہماری زبان، اردو ادب، نگار، شاعر اور دوسرے رسالوں میں اردو دوستوں نے اس موضوع پر اپنے مشورے دیے ہیں۔ کسی حتمی نتیجہ پر نہ پہنچنے کے باوجود دلوں میں یہ کھٹکا عام ہے کہ رسم الخط کو بدلنا گویا اپنے کو بدلنا اور آپ اپنے کو مٹانا ہے۔

ان خیال آرائیوں سے الگ اس احساس میں تیزی فروغ پا رہی ہے کہ اردو رسم الخط میں واقعی اصلاح کی ضرورت ہے۔ حضرات مجھے کہنے دیجیے کہ لفظ اصلاح کے ساتھ میں لفظ "اجتہاد" بھی استعمال کرنا چاہوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اردو رسم الخط میں "اجتہادی اصلاح" کے بعد ہی ہم اردو کو عوامی عالم گیر زبان بننے کی توانائی دے سکتے ہیں۔ اپنے رسم الخط کو سائنٹیفک اور آسان بنا کر ہی ہم جمہوری علاقائی زبانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

سائنٹیفک اور آسان رسم الخط سے میری کیا مراد ہے؟ میں اس کی تفصیل اس جگہ بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے بزرگوں اور دوستوں کو میں ڈاکٹر جعفر حسن کے بصیرت افروز مقالہ "سہل اور آسان اردو لکھاوٹ" کے مطالعہ کی دعوت دوں گا جو اردو ادب کے شمارہ ۱ بابت ۱۹۶۳ء میں شائع ہو چکا ہے، اور جس کا ذکر میں اسی موقع پر پچھلے سال بھی کیا تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر جعفر حسن نے اردو کے لکھنے کی دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک دلچسپ روایت بھی بیان کی ہے۔

"کہتے ہیں کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کے اصرار پر ڈاکٹر سراج یار جنگ بہادر نے اپنے نوکر کو اردو سکھائی اور ڈیڑھ دو برس بعد جب مولوی صاحب ان کے پاس حیدرآباد آئے ہوئے تھے تو نوکر کی اردو دانی کا امتحان لینے کے لیے مولوی صاحب نے پوچھا۔

"عابد کے ہجے کرو"

نوکر نے کہا "دو نمبر کا ع، الف، ب، دال"

حیرت زدہ ہو کر مولوی صاحب نے پوچھا "یہ دو نمبر کا ع کیا ہوتا ہے؟"

جواب ملا "جب ع بالکل علاحدہ آئے جیسے اطلاع میں تو یہ پہلا ع ہوا۔ جب شروع میں آئے جیسے عابد میں تو یہ دوسرے نمبر کا ع ہوا، جب بیچ میں آئے جیسے معلوم میں تو یہ تین نمبر کا ہوا اور جب کسی اور حرف کے ساتھ مل کر آخر میں لکھا جائے جیسے مطلع میں تو یہ چار نمبر کا ع ہوا۔"

اردو صرف و نحو کے مصنف، قدیم اور جدید اردو کے محقق، سارے ہندوستان میں اردو کی توسیع و ترقی کے لیے سیاحت کرنے والے ... بابائے اردو چیں بجبیں ہو گئے اور غالباً پہلی بار انہوں نے دل و دماغ سے اردو لکھاوٹ کی دشواریاں بخوبی محسوس کیں۔

(اردو ادب صفحہ ۳۱)

(ب) تلفظ اور املا

سماجی زندگی میں قرب و وصل کے حصول کا سب سے سودمند وسیلہ الفاظ ہے۔ الفاظ کی صحت و سلامتی کی ذمہ داریاں اہلِ زبان کے سر آتی ہیں۔ الفاظ کی قدر و قیمت میں اضافہ کرنا، یہ اہلِ قلم کا کسب و کمال ہے۔ الفاظ کے استعمال و صرف میں عموماً ہم معلّمانِ زبان و ادب اہلِ زبان اور اہلِ قلم دونوں سے زیادہ قابلِ گرفت ہو سکتے ہیں کہ ہمارا پیشہ درس و تدریس ہے۔

تعمیر زبان جیسے بنیادی کام میں الفاظ کی زندگی سے ہماری بے گانگی ایک مصنوعی کار کے لیے اپنے اوزاروں کی تیزی و پائیداری سے بے توجہی کی مثال ہے۔ الفاظ کی یہ زندگی ان کے تلفظ اور املا کا سوال ہے۔ الفاظ کی یہ زندگی زبان کے صحیح بولے جانے اور لکھے جانے کا اہم مسئلہ ہے۔

حضرات افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ الفاظ کے اس مطالبے اور تحفظ زبان کے ان فرائض کی انجام دہی میں ہم سے غفلت ہو رہی ہے غیر دانستہ اور غالباً دانستہ بھی ہماری اس لاپروائی سے تلفظ اور املا دونوں پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ ایسا گہرا اثر جس سے زبان کے ساتھ ذہن بگڑنے کا احتمال بھی بڑھتا جا رہا ہے۔

داغ نے کہا تھا۔ آتی ہے اردو زبان آتے آتے۔ آپ غور فرمائیں آج ۱۹۷۷ء کے اس نئے اور "ترقی یافتہ دور" میں بھی زبان دانی کا دعویٰ محض کھیل ہی کھیل ہے۔ اردو کو اوڑھنا بچھونا بنانے والا اردو داں بھی معیاری اردو کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قدما کی زبان دانی کا تذکرہ نہیں کرتا۔ بیسویں صدی کی مشہور و مایہ ناز ہستی کا ذکر کرتا ہوں جو اردو کا جید عالم اور صاحب طرز نثر نگار ہے اور غبار خاطر جیسی کلاسکی تصنیف کا خالق ہے کہ اس کی اردو بھی صحیح اردو کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ "کیا مولانا آزاد کی اردو ٹکسالی ہے؟" کے زیر عنوان جناب حبیب احمد صدیقی کا ایک مقالہ نیا دور لکھنؤ کے اکتوبر ۱۹۷۶ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے ترجمان القرآن (جلد اول) کی عبارتوں سے مولانا آزاد کی زبان دانی پر اظہار خیال کیا ہے۔ مقالہ نگاری کی نیت پر شبہہ نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے مولانا کے تبحر علمی ذہانت اور نکتہ سنجی پر نہایت عقیدت مندانہ اظہار کرتے ہوئے محض ان کی صحت زبان پر روشنی ڈالی ہے۔ اس مقالہ میں آزاد کی زبان و بیان کی ۸۲ فحش غلطیاں منظر عام پر لائی گئی ہیں۔

دلی اور لکھنؤ کا ٹکسال ٹوٹ چکا۔ جمہوری حق آزادی کے سامنے زبان و ادب کی تعلیم میں کسی علاقائی یا جماعتی حدبندی کا سوال خیال عبث ہو گا۔ بولنے اور بولے جانے کے انداز و طریقے میں ان دنوں جیسی چھوٹ ہے غالباً حضرت انیس کے شاگردوں کو بھی ان کی غلط کاریوں کے لیے ایسی آزادی نصیب نہ ہو گی۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے، ان دنوں سند و معیار کی بات دہان محبوب کی طرح کالعدم ہے۔ اس پست فضا میں اردو پڑھنے والے طلبا سے صحیح زبان بولنے اور صحیح عبارت لکھنے کی توقع امید موہوم سے کم نہیں۔

ان مشکل حالات کے تحت میں سمجھتا ہوں کہ تلفظ کی درستی کا مسئلہ ہم خود الفاظ کی صحیح ادائیگی کے ذریعہ بہت حد تک حل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑی توجہ اور احتیاط سے کام لیں۔ اعراب کے استعمال سے بھی اس منزل میں کامیابی ممکن ہے۔ ابتدائی اور ثانوی درسی کتابوں کی تالیف و تصنیف میں الفاظ کو معرب ظاہر کر دینا ضروری ہے تاکہ آغاز تعلیم ہی طلبا کے گوش و ذہن الفاظ کے صحیح تلفظ سے نا آشنا نہ رہیں۔

املا کی درستی کا مسئلہ تلفظ سے زیادہ کٹھن ہے۔ جیسے ہم بولیں ویسے ہی لکھیں یہ رسم الخط کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ املا رسم الخط کے موافق لکھنے میں ہماری مدد کرتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ایسے ضابطے بنائے جائیں جن میں کلیوں کا غلبہ ہو، مستثنیات کا پھیلاؤ نہ ہو۔ یہ ضابطے PHONETIC AND LINGUISTIC کی روشنی میں تیار کیے جائیں۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ان دنوں اردو کو دو چار اچھے ماہر لسانیات کی رفاقت حاصل ہے۔ ان رفیقوں کے تعاون و تجربے سے الفاظ کو ان کی صورت کے بموجب سہل اور مناسب طور پر لکھنے کا حل تلاش کر لینا دشوار نہ ہو گا۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے املا کی درستی میں ایک مفید قدم اٹھایا ہے۔ اپنے مقالہ "ہمزہ کا استعمال" مطبوعہ ہماری زبان مورخہ پہلی، آٹھ اور پندرہ جون ۱۹۷۶ء کے شمارہ میں انھوں نے ہمیں چند مفید اور اہم مشورے دئے ہیں۔

(ج) گرامر

کہا جاتا ہے کہ زندہ اور جدید زبان کے لیے گرامر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کسی زبان کی گرامر عموماً اس وقت مرتب کی جاتی ہے جب کسی غیر قوم کو اس زبان کے سیکھنے یا جاننے کا شوق ہوتا ہے۔ اردو ایک زندہ زبان ہے اور جدید زبان بھی۔ لیکن اس کے باوجود اسے تحفظ و حرمت کے لیے اسے رسمی بندشوں اور تکلفی لوازم کی ضرورت ہے۔ حلقۂ عاشقاں میں اگر ایسے چاہنے والے بھی آ جائیں جن کی نگاہوں میں عشق کے بجائے ہوس کے شعلے ہوں تو آداب عشق کی چند شرطیں بے عیب نہیں۔

اردو گرامر پر کل کی سی بات ہے، عربی و فارسی صرفی و نحوی قواعد و ضوابط کا بوجھ زیادہ تھا۔ اس بوجھ کو اتارنے کی ضرورت ہے۔ اردو گرامر کو ہندی اور دوسری قریبی علاقائی زبانوں کی گرامر سے نزدیک کرنا احسن و افضل ہو گا۔ اردو میں دوسری زبانوں کے افعال، اسما، مصادر اور صفات کی درآمد میں ڈی کنٹرول کا شاخسانہ آ گیا ہے۔ ساتھ ہی ہندی اور دوسری قریبی علاقائی زبانوں کے چلتے پھرتے الفاظ پر بلا خوف و تعصب خون مارنا بے کار رہ جائے گا۔ اعجاز صدیقی مدیر شاعر نے اپنے مقالہ "اردو اور گجراتی الفاظ" مطبوعہ ہماری زبان مورخہ ۸ اگست ۱۹۷۶ء میں اردو اور گجراتی میں ہم معانی مستعمل الفاظ کی فہرست پیش کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں زبانیں بول چال میں کس قدر قریب حاصل کر چکی ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کر کے ہم اردو کو زیادہ دل گیر بنا سکتے ہیں۔

(د) نصاب

تعلیمی زندگی کی تین منزلیں ہیں۔ ابتدائی، ثانوی اور یونیورسٹی۔ طلبا کو ان منازل سے بحسن و خوبی گزارنے اور انھیں بامراد کرنے میں اساتذہ کو پیوستہ تعاون نصاب سے حاصل ہوتا ہے۔ عمدہ اور سود مند نصاب کی خوبی طلبا کے ذوق و ذہن کی سیرابی و آسودگی ہے۔ اچھا نصاب وہ ہے جو ہر طالب علم و ادب کو اندھیرے سے اجالے میں لے جاتا ہے اور اپنے پیروں پر چلا سکتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

غزلیں

سید فضل المتین

نکلی ہے جب کبھی ترے بند قبا کی بات
دامن کو چاک کرنے لگے ہیں جنوں کے ہات
اک اجنبی کی طرح ملے ہیں وہ ہم سے آج
کہنے پڑیں گے عہد گزشتہ کے واقعات
یادوں کے ماہتاب، تمناؤں کے نجوم
ثابت ہوئے یہ سب بھی شبِ ہجر بے ثبات
دامن کشاں وہ ہم سے گزرتے ہیں دوستو
کہتے تھے جو ہمیں کو کبھی حاصلِ حیات
دیتا رہا ہوں میں جنھیں تیرے ستم کا نام
یاد آ رہی ہیں اب وہی پچھلی نوازشات
تنہائیوں میں ہجر کی یاد آ گیا ہے کون
کھلنے لگے ہیں زخم، چھلکنے لگی ہے رات
کیسے بچائیں دامنِ احساس و آگہی
لو دے اٹھی ہے آج تو خاموشیٔ حیات
اپنی وفا کا ہم کو صلہ کیا ملے متین
پہچانتی نہیں ہے ہمیں چشمِ التفات

محمود جعفری

کبھی کمرا تھا یہاں پر وہ اک مکاں بھی نہیں
ہوا ہے قصے کے برابر کہ اب نشاں بھی نہیں
یہ دوپہر کی کڑی دھوپ اور یہ سناٹا
فضا میں تیرے لمحات کا گماں بھی نہیں
چلی گئی ہے درختوں کی دور دور قطار
مسافروں کا بس اسٹینڈ پر نشاں بھی نہیں
نہ جانے کب سے فضاؤں میں جگمگا تحلیل
جھونپڑوں سے اب تو نکلتا ہوا دھواں بھی نہیں
ابھی کا داخلہ ممنوع ہے احاطے میں
مگر وہ دیکھ رہا ہے کہ پاسباں بھی نہیں

خضر ملک

کی نہ رنجوں نے خاطر ترے بیماروں کی — سخت توہین ہوئی گھر کے ہی مہمانوں کی
چشمِ نرگس کی خطا کیا اسے برباد نہ کر — نام لیوا ہے چمن میں ترے دیوانوں کی
آؤ سنبھلنے میں دم توڑ رہی ہے توبہ — سن کے آواز شکستہ ہوئے پیمانوں کی
تیری تصویر کے سانچے میں ڈھلا بیٹھا ہوں — ہم کو کیا ڈھونڈ رہی ہیں آنکھیں ترے بانوں کی
شاعر کیا مری بستی ہے فصاحت آباد
اے خضر شان ہوں اردو زبان دانوں کی

رکراس

اسرار اکبر آبادی

دیکھئے کیسی ہوائیں
مغربی اونچائیوں سے آ رہی ہیں
ہم بنا سوچے
بنا سمجھے انھیں سانسوں سے اپنی پی رہے ہیں
جی رہے ہیں
پھول سے نازک طبیعت کو خود اپنے آپ
دھوکا دے رہے ہیں
کچھ خبر ہے آگ بڑھتی آ رہی ہے
کیا ہمیں کچھ بھی نظر آتا نہیں ہے
آج ہم کو کیا ہوا ہے
یہ اراولی کے پہاڑوں پر پڑی لمبی دراریں
وہ ڈھلانوں پر کھڑے ننگے درختوں کی قطاریں
وہ صداؤں کی ترستی وادیوں کے سلسلوں میں
کشمکش کی کچھ لکیریں
پیاس کے سوکھے کناروں پر بھٹکتے زاویے سے
ہم سماجی زندگی کو آج تک سمجھے نہیں ہیں
جسم اتنے تھک چکے ہیں
ڈر رہا ہوں
جانور پھر بن نہ جائیں۔

خالی کشکول

عبدالرحیم نشتر

تیری آواز کا جادو، تیرے لہجے کی کھنک
تیری آنکھوں کا تبسم، تیری زلفوں کی مہک
تیرے عارض کے دہکتے ہوئے شعلوں کی لپک
تیری پازیب کی جھنکار، ترے چوڑی کی چھنک
ایسا لگتا ہے یہ سب میرے مقدر میں نہیں
اپنی تقدیر کا ٹوٹا ہوا خالی کشکول
کتنے برسوں سے تیرے در پہ لیے بیٹھا ہوں
نہ تو اقرار کی چھاؤں ہے
نہ انکار کی دھوپ
اور — شاید
کہ یہ سال بھی یونہی گذرے

(صفحہ ۴ سے آگے)

وہ سرزمین جہاں علم و ہنر کا سنگ بنیاد رکھا جاتا ہے اور جو تربیت و تہذیب کا گہوارہ ہے ابتدائی تعلیم کی پہلی منزل ہے۔ جاننے اور سیکھنے کے یہ ابتدائی بے فکر و خوش نما دن طلبہ کی زندگی کے نہایت گراں قدر و موثر ایام ہیں کہ ان کے افضل و مبارک نتائج سے ثانوی اور یونیورسٹی تعلیم پر بھی گہرے نقوش پڑتے ہیں ابتدائی منزل سے ہی، اس لیے ایسے مفید و دلکش نصاب کی سخت ضرورت ہے جس میں روشنی علم کے ساتھ اخلاقی قدروں کی خوشنمائیاں بھی موجود ہوں۔ ہم اساتذہ کا پیشہ زبان و ادب کی تعلیم ہے۔ نصاب اور طریقۂ تعلیم میں ہمیں اس بات سے ہمیشہ باخبر رہنا چاہیے کہ تعلیمی زندگی کی ان منزلوں میں ربط و ضبط اور زور قائم رہے۔

حضرات اردو زبان جن غیر اطمینان بخش حالات سے گزر رہی ہے اور اردو ادب جس بدمذاقی کا شکار ہے، ہم آپ سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں۔ اس پس منظر میں زبان و ادب کی تعلیم میں سمجھتا ہوں، دو قسم کے نصابوں کا استعمال احسن ہوگا۔

(۱) خصوصی نصاب

(۲) عام نصاب

وہ اردو خواں طلبا جن کی مادری زبان اردو ہے ان کے لیے ایسے خاص نصاب کی ضرورت ہے جس سے طلبا کی خاطر خواہ نشو و نما اور ان کے تخلیقی جوہر کی جلا ہو سکے۔

وہ اردو خواں طلبا (جن میں بڑی عمر کے بالغ افراد بھی شامل ہوں گے) جن کی مادری زبان اردو نہیں، اس خصوصی نصاب کے لیے موزوں نہ ہوں گے۔ ان طلبا کے لیے جیسا ہے تا عام نصاب مفید ہوگا۔ جس کا مقصد طلبا میں صحیح زبان لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہونا چاہیے۔

غیر اردو علاقوں میں نصاب کے لیے مقامی ثقافتی اور لسانی نقوش کی نشان دہی کرنی ضروری ہے تاکہ زبان غیر اردو حلقے سے مضبوط عوامی رشتہ قائم کرنے کی قوت حاصل کر سکے۔

ابتدائی تعلیم کے لیے نصاب کی تیاری کا کام ہمارا ذاتی معاملہ ہے جس میں شرکت غیر کے خطرے کا مطلق احتمال نہیں۔ ایسا نصاب ہم خود تیار کر سکتے ہیں اور مدرسوں و مکتبوں میں اسے باطمینان رائج کر سکتے ہیں جس سے بچے کو اس کی انجانی دنیا سے باخبر ہو سکے، اپنے اسلاف اور قوم کے نقش و نگار کو وہ پہچان سکے اور ساتھ ہی اپنی مادری زبان کے استعمال پر اسے پوری قدرت حاصل ہو جائے۔

ضرورت ہے کہ انجمن اساتذہ کی طرف سے بنیادی و ابتدائی تعلیم کے لیے ایسے نصاب کا خاکہ تیار کیا جائے۔ ثانوی تعلیم کے نصاب کے سیاہ و سفید پر، ظاہر ہے، ہمیں اتنا دخل نہیں۔ پر اتنا تو ہمیں پورا حق حاصل ہے کہ زبان و ادب کی باتیں اردو سے علاقائی نسبت کے تحت داخل نصاب کی جائیں، نیز یہ باتیں طلبا کے فہم و شعور پر بار نہ ہوں۔

یونیورسٹی تعلیم میں اردو زبان و ادب کے نصاب کے سلسلے میں، آپ حضرات کو یاد ہوگا پچھلی کانفرنس میں ہم نے ایسے مستند اور جامع نصاب کی سخت ضرورت محسوس کی تھی جو ملک کے مختلف جامعات میں قدرے ترمیم و اضافہ کے بعد با آسانی رائج کیا جا سکے۔ خوشی کی بات ہے کہ پروفیسر آل احمد سرور کی توجہ و محنت سے ایسے نصاب کا خاکہ تیار ہو گیا ہے۔ جو ہماری زبان مورخہ ۸ راکتوبر ۱۹۶۶ء میں شایع کر دیا گیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا ہماری انجمن کی طرف سے اس نصاب کی کاپیاں آج ہم میں تقسیم کر دی جاتیں۔

(۱) اردو زبان کے ذریعہ تعلیم کے مسائل۔

موضوع زیر گفتگو کا دوسرا حصہ اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی بات ہے جو بلاشبہ نہایت اہم اور خوش آئند بات ہے۔ علوم سائنس اور ادب کی تعلیم میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا سوال مگر بے حد پیچیدہ اور دشوار مسئلہ ہے جو طلبہ کی تعلیمی زندگی کے پورے عہد پر محیط ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مدرسوں اور یونیورسٹی میں صورت حال کے بموجب اس بات کے حصول اور کامیابی کے امکانات پر ہم کتنی دور تک سوچ سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، ہمارے سامنے چند ایسی سخت دشواریاں حائل ہیں جن کی وجہ سے اس اہم مسئلے کا عملی حل شاید ہم بہ آسانی ڈھونڈھ نہیں سکتے۔ مثال کے طور پر اردو زبان کو طریقۂ تعلیم بنانے سے پہلے ہمیں ہر ثانوی تعلیمی بورڈ اور ہر یونیورسٹی میں مندرجہ ذیل امور کا جائزہ لینا ہوگا۔

(۱) مدرسہ یا کالج میں اردو طلبا کی تعداد جو مختلف مضامین کو اردو کے ذریعہ پڑھنا چاہتے ہیں۔

(۲) اردو اساتذہ کی تلاش و تقرری جو مختلف علمی اور سائنٹیفک مضامین کو اردو کے ذریعہ پڑھا سکتے ہیں۔

(۳) مختلف علمی اور سائنٹیفک موضوعات پر درسی کتابوں کی تالیف

(۴) یونیورسٹی یا بورڈ کی طرف سے نصاب کی تیاری اور امتحانات کی سہولتیں۔ نہیں جانتا جمہوری مزاج اس سلسلے میں کہاں تک اداری واشتراک کا ثبوت دے سکتا ہے۔ علی گڑھ اور عثمانیہ یونیورسٹی کی طرف ہم نظریں اٹھا سکتے ہیں کہ ان اداروں میں اقدام کے لیے ہمارا سوچنا غالباً بے جا نہ ہوگا۔ حضرات اگر اردو زبان کے ذریعہ ہم تعلیم دینے کے حوصلے رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مادری زبان کو طریقۂ تعلیم بنا کر ہی ہم قوم و ملک کے زندگی کے مختلف شعبوں میں لائق و ذی علم نوجوان دے سکتے ہیں تو بھئے دیکھیے پہلے ہمیں اپنے زور بازو کو دیکھنا ہوگا۔ ملک میں اردو یونیورسٹی کا قیام ہمارے لیے چاند پر پہنچنے کی کوشش سے کم دشوار نہیں۔ مگر اپنے بچوں کو مادری زبان کے ذریعہ ابتدائی تعلیم دینے کے لیے محاذ بنا کر اور ترغیب اردو عام بنانے کی بات ہماری ہمت کو للکارتی ہے۔ اردو ہماری مادری زبان ہے اسے ملک میں زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ تمام حرکت کہ ہم اردو کے لیے جتنی باتیں کرتے ہیں پر دو قدم چلنے کے ارادے نہیں رکھتے۔ زمانہ کام دیکھتا ہے نام نہیں دیکھتا ...

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

مراسلہ

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

شیطان نے ہر اردو اخبارچی کے کان میں کہہ رکھا ہے کہ برخوردار جس چیز کو جیسا تو سمجھتا ہے تیرے اخبار کے قارئین میں اسے کوئی اس سے بہتر نہیں جانتا۔ امکان ہے کہ اسی شہ پر (شوق مدیر عارف لاہور) نے ۱۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کے "ہماری زبان" علی گڑھ کے صفحہ ۹ پر شاعر مشرق سر اقبال کے مجولہ صدر مصرعے کی تاویل کی زحمت گوارا کی ہے۔ شوق صاحب لاہوری کا فرمان ہے:۔

"مضمون اور ترجمہ دونوں صاف ہیں
اگرچہ پھول کی پتی سے ہیرے کا جگر کٹ جانا ناممکن۔ ممکن ہو سکتا ہے جیسے کہ اسلام سے قبل عمر فاروق جیسے جابر و قہار انسان کے پتھر جیسے دل پر نرم و نازک فرمانِ ایزدی نے گھر کر لیا تھا لیکن اس مرد ناداں کے (جو ایمان سے تہی دامن ہو) ایسا نازک کلام (جو شرف انسانیت پہ نہیں ہو) اثر نہیں کرتا۔
میرے ناچیز خیال میں علامہ اقبال کے شعر کا مفہوم یہی ہے اور یہی مفہوم آئندہ زمانہ سے وابستہ کیا بھی جا سکتا ہے۔"

ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ

جس لاہوری صحافی میں اتنی ادبی صلاحیت موجود نہیں کہ فقرہ کا آغاز "اگرچہ" سے کر کے عبارت کی تکمیل کس طرح سے کی جاتی ہے اور جس کم سواد اہل قلم کو یہ تک معلوم نہیں کہ "ممکن ہو سکتا ہے" میں ممکن کے ساتھ "ہو سکتا ہے" الگ حماقت کی دلیل ہے کیونکہ امکان ہو سکنے ہی کا مفہوم ادا کرتا ہے اور جو بد نظر ادیب حضرت عمرؓ کو کافر کے بدلے میں قہار لکھنے کی ادبی بے ذوقی کرے اور دل میں گھر کرنے کے بدلے میں "دل پر گھر کر لیا" تحریر کرے جو "مرد ناداں کے ایسا نازک کلام اثر نہیں کرتا" میں حرف جار کی جگہ پر حرف اضافت لائے اور (جو شرف انسانیت پر نہیں ہو) ایسا لایعنی جملہ تحریر کرنے کے بعد "میرے ناچیز خیال" کا سہارا لے کر سر اقبال کے کلام کی تشریح کی جسارت کرے وہ سر اقبال کے اس ارشاد کی زد میں ضرور آتا ہے۔

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر — تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند

میں لاکھ کوشش کے بعد بھی یہ نہ جان سکا کہ شوق صاحب لاہوری نے پھول کی پتی سے سوائے حسن کا مفہوم کہاں سے اخذ کیا اور ہیرے کا جگر کے تحریف سے "جگر" کو الگ کر دینے کی جرأت کیوں کی۔ سر اقبال نے "ہیرے کا جگر" استعمال کیا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا کہ پھول کی پتی سے ہیرا کاٹا جا سکتی ہے "کٹ سکتا ہے" اور "ہیرے کا جگر" ایسے جملے ہیں جن میں شاعر مشرق نے کسی خصوصی کو جگہ دے رکھی ہے کاش میرے بے ساختہ شارح کٹ سکتا ہے کو قینچی سے منسوب نہ کرتے۔ کاٹ سکتا ہے اور کٹ سکتا ہے" میں جو امتیاز شاعر مشرق نے رکھا ہے اور ہیرے کی جگہ پر ہیرے کا جگر جس نکتہ کی نمائش کرتا ہے اس پر نظر نہ جا سکی تو غلط تاویل سے اپنے آپ کو مضحکہ بنا لینے کی طرح ڈال دینا کوئی مستحسن فعل نہیں ہے۔ غلط سلط عبارت سے اس بنا پر درگزر کیا جا سکتا ہے کہ شوق صاحب بعبارت بد پنجابی ہیں لیکن بازی بازی با ریش بابا ہم بازی کی اجازت کسی قیمت پر نہیں دی جا سکتی۔ ذوق سلیم کا فقدان ہے تو ادب کے پھٹے میں پاؤں دینے کی کیا پڑی ہے۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ (سر اقبال)

(آغا خلش کاشمیری)

معاصرین

اردو

اردو کسی ایک فرقہ کی زبان نہیں ہے اور چند ہی لوگ اب اسے کسی ایک فرقہ کی زبان بناتے ہیں اگر فرقہ وارانہ تحفظات نہ پیدا ہوں تو یوپی اور بہار کی موجودہ حکومتوں میں شامل پارٹیوں کے مابین اردو کے بارے میں موجودہ تنازعہ بھی دشوار ہو جائے لیکن چونکہ فرقہ وارانہ تحفظات موجود ہیں اس لئے ان دونوں حکومتوں کی جن سنگھ پارٹی اور دیگر جماعتوں کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ جن سنگھ کے مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے صفائی سے کام لیتے ہوئے جو اس قسم کے سوالات پر اس کے موقف کی خصوصیت ہے اپنی پوزیشن واضح کر دی ہے اب تو جن سنگھ کے لیڈر بھی یہ نہیں کہتے کہ اردو کوئی زبان نہیں بلکہ صرف ایک اسلوب ہے چونکہ ہندوستانی نہیں جو ہندی کو یوپی کی اور جن اکثریتی علاقوں کی سرکاری زبان بنا دیا گیا ہے اس لئے یہ بات تسلیم کرنا ہو گی کہ اگر ہندی نام کی زبان ہے تو اردو نام کی بھی زبان کا وجود ہے اور اس مرحلے پر یہ کہنے سے خدشات ہی پیدا ہو سکتے ہیں کہ اردو سے اس کا جو حق ہے چھین لیا جائے۔ اردو کو نظر انداز کئے جانے اور اردو بولنے والوں کو ان کی سہولتیں نہ دیئے جانے کے اندیشے چلے آ رہے ہیں سنیکت ودھائک دل حکومتوں میں شامل بعض جماعتوں نے کانگریسی حکومت کے زمانے کی پوزیشن سے اور آگے قدم بڑھا کر اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے سلسلہ میں اٹھانے کا تصور پیدا کیا تھا جو سنیکت ودھائک دل حکومتوں کے پروگرام کے جز کے طور پر بھی تسلیم کیا جاتا تھا یوپی جن سنگھ کہتی ہے کہ اس نے اس بارے میں اپنا اختلاف ظاہر کر دیا کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ اردو کو آئین میں دئے ہوئے مقام سے بھی اونچی مسند پر بٹھا دیا جائے اردو آئین کے ضمن جات کے اندر ہی دوسری سرکاری زبان بنائی جا سکتی ہے اقلیتی زبانوں اور دو لسانیات کے بارے میں ریاستی تنظیم نو کمیٹی نے جس مناسب کا تعین کیا تھا وہ اب بعض دیگر ضوابط کی طرح از کار رفتہ ہو چکا ہے اور پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ تعین دکن کی نئی ایک زبانی ریاستوں کے تعلق سے تھا نہ کہ یوپی اور بہار جیسی ریاستوں کے تعلق سے جہاں اردو کو ہمیشہ ایک خصوصی پوزیشن حاصل رہی ہے اب معلوم ہوتا ہے یہ بات بھلا دی گئی ہے کہ سرکاری زبان کا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے سوال سے قطع نظر سنیکت ودھائک دل کی حکومتوں نے جو پوزیشن اختیار کی ہے اسے فرقہ پرستی کی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

جن سنگھ یہ کہتی رہ سکتی ہے کہ اردو تمام مسلمانوں کی زبان نہیں ہے بلکہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے اور طبقوں کے رجحانات وغیرہ [illegible] ہے لیکن جن سنگھ جیسی جماعتیں [illegible] اس وقت تک کرتی رہیں گی جب تک وہ ہندوستانی کلچر کی جامع حیثیت کو تسلیم نہیں کریں اور صرف ایک رنگ کے کلچر پر اصرار کرتی رہیں اگر اردو کو خصوصی حیثیت دینے پر اعتراض کرنے والوں کی جانب کوئی سیاست کارفرما نہیں ہے تو اردو کے علمبرداروں کی طرف بھی کوئی سیاست نہیں بلکہ معاملہ وکالت کا نہیں ہے زبان زندگی کا جز ہوا کرتی ہے اور لوگ اپنی مادری زبان کو نہ تو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ اسے مسترد کر سکتے ہیں بلکہ اس کے بجائے وہ تو یہی چاہیں گے کہ اسے اظہار کی اعلیٰ ترین سطحوں پر پہنچایا جائے جیسا کہ اردو جیسی زبان کا معاملہ ہے ان معنوں میں ہوا ہے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔

نیشنل ہیرلڈ

اردو سے متعلق جھگڑا!

جس جرأت مندانہ طریقہ پر اتر پردیش میں وزیر اعلیٰ چرن سنگھ کی پارٹی جن کانگریس اردو کے مسئلہ پر جن سنگھ کے مقابلہ پر اٹھ کھڑی ہوئی ہے اس کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے کیونکہ اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ پارٹی کے ورکنگ پریسیڈنٹ رام گوپال کے بیان میں اگرچہ دیگر مسائل کا بھی ذکر ہے لیکن یہ جن سنگھ کی اس دھمکی کا جواب ہے کہ وہ سنیکت ودھائک دل سے الگ ہو جائے گی اگر اردو کو ریاست میں معاون زبان کا درجہ دیا گیا جن سنگھ نے اسی قسم کا موقف بہار میں اختیار کیا ہے لیکن دونوں ریاستوں میں جن سنگھ یہ بات اچھی طرح جانتے ہوئے کہ کانگریس مخالف مخلوط حکومتوں میں شامل ہوئی ہے کہ محاذ میں شامل دیگر تمام پارٹیاں اردو کو اس کا جائز مقام دینے کی پابند ہیں اب اسے ایک مسئلہ بنا کر بظاہر وہ اپنی سیکولر ذہن رکھنے والی رفیق پارٹیوں کو بلیک میل کرنا چاہتی ہے اس میں اسے کم وسعت نظری اس فرقہ کا درجہ نہیں ہوئی ہے جو مسٹر چرن سنگھ نے اس کے لیے گنجائش پیدا کرنے کے واسطے اب تک اختیار کیا تھا اب بھی اگر وہ اور چرن سنگھ دیگر پارٹیوں کے ساتھ مل کر جرأت مندانہ موقف اختیار کریں تو جن سنگھ کو عقل آ سکتی ہے بہرحال اگر جن سنگھ کے جنگجو لوگ پارٹی پر حاوی ہوں کہ اسے موجودہ موقف سے ٹس سے مس نہیں ہونے دیتے تو چرن سنگھ حکومت کے لیے موزوں یہی ہے کہ ان کے مجبوروں سے بہتر ہے کہ وہ استعفیٰ دے دے

بہار کی متحدہ محاذ حکومت میں جن سنگھ کی کوئی بڑی آواز نہیں ہے اور اگر سنیکت سوشلسٹ پارٹی کمیونسٹ پارٹی اور پرجا سوشلسٹ پارٹی، کرانتی دل کانگریسیوں کے ایک طبقہ کے ساتھ مضبوط متحدہ موقف اختیار کریں تو اب بھی بات بن سکتی ہے۔ اسمبلی کے اندر اپنی کمزوری کا احساس کرتے ہوئے جن سنگھ اپنی لڑائی کو سڑکوں تک لے گئی ہے اور اسے توقع ہے کہ وہاں لوگ اس زبان کے خلاف آزادی سے پہلے کے دنوں کے تعصب سے فائدہ اٹھا سکیں گے جب ہندو مسلم تنازعہ کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی کشمکش کا آئینہ دار سمجھا جاتا ہے۔ بہار جن سنگھ کے صدر کی اس دھمکی کی کہ وہ ریاست گیر ایجی ٹیشن شروع کر دیں گے کاٹ اس طرح ہونی چاہئے کہ ایک زور دار مہم پبلک کو یہ بتانے اور سمجھانے کے لئے چلائی جائے کہ اردو ہندوستان کے ثقافتی ورثے کا اس کی مالا مال میراث کا مظہر کی حیثیت سے کتنی اہمیت رکھتی ہے سب سے زیادہ جو چیز بے نقاب کی جانی چاہئے وہ یہ افسانہ ہے کہ یہ پاکستان کی زبان ہے [illegible] پیدا کرنے والا ایک عنصر یہ ہے کہ کانگریسیوں کا ایک طبقہ اردو مخالف ایجی ٹیشن میں سرگرم حصہ لے رہا ہے۔ اب جبکہ کانگریس ورکنگ کمیٹی نے اردو سے متعلق زیادہ فراخدلانہ رویہ اختیار کر کے اردو کے جائز مقام دینے کی [illegible] اس حد تک نہیں گئی جس حد تک اسے جانا چاہئے تھا۔ اس کا تعمیری نتیجہ [illegible] موجودہ لوگوں کی وحدت افزائی ہوگی جو اس ہندوستانی زبان کے سلسلہ میں کوئی فراخدلانہ [illegible]

(انڈین ایکسپریس)

[illegible]

یوپی میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کا فیصلہ

دہرہ دون، وزیر اعلیٰ چرن سنگھ نے بتایا ہے کہ سنیکت ودھایک دل کی حکومت نے اردو کو ریاست کی دوسری زبان بنانے کا مطالبہ رد کر دیا ہے بہرحال اردو کو مناسب اہمیت دینے کی تدابیر اختیار کی جائیں گی۔ وزیر اعلیٰ نے جو رشی کیش کے قریب شنی کی ریتی میں چھٹی منا رہے ہیں ایک خبر رساں ایجنسی کے نمائندے سے بدھ کی شب میں کہا کہ ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کافی غور و خوض اور تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اردو کے حامیوں کو مایوس نہ ہونا پڑے گا اور وہ اس سلسلہ میں سنیکت ودھایک دل حکومت کی پالیسی کی حمایت کریں گے۔

(سیاست جدید کانپور)

اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے مخالفین پر
بہار کمیونسٹ پارٹی کی نکتہ چینی

پٹنہ، بہار دائیں کمیونسٹ پارٹی سکریٹریٹ نے اردو کو بہار کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کئے جانے کی بعض افراد اور جماعتوں کی جانب سے مخالفت پر ناپسندیدگی ظاہر کی ہے۔

سکریٹریٹ نے جس کی میٹنگ اندر دیپ سنگھ کی صدارت میں ہوئی تھی ایک بیان میں کہا ہے کہ عوام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ حکومت سے اپنے تعلقات میں خود اپنی زبان کا استعمال کریں سرکاری دفاتر کے تمام اندرونی کاموں کے لیے تنہا ہندی کا استعمال ہونا چاہیے لیکن اردو بولنے والے لوگوں کو اردو میں خطوط اور عرضیاں حکومت اور قانون کی عدالتوں کے سامنے پیش کرنے کی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ تمام پبلک نوٹیفکیشن اور احکام وغیرہ اردو زبان میں جاری کرے جن اداروں میں متعین تعداد سے زیادہ اردو داں طلبہ ہوں۔ اس کے لیے اردو میں بھی تعلیم دینے کا انتظام معقول ہونا چاہیے۔

بیان میں سخت تشویش ظاہر کی گئی ہے کہ بعض تنگ نظر اور کوتاہ اندیش لوگ فرقہ پرستی کے ذریعہ جمہوریت کے اصولوں اور آئین کے معقول مندرجات کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(سیاست جدید کانپور)

انٹرمیڈیٹ میں انگریزی، اردو یا سنسکرت

لکھنؤ، ریاست میں انٹرمیڈیٹ کے طلبہ کو ایک زائد اختیاری مضمون جس میں کسی ایک زبان کو عام مطالعہ کے لیے پسند کیا گیا ہو لینے کی اجازت ہوگی۔

یہ اعلان ایک پریس کانفرنس میں کرتے ہوئے نائب وزیر اعلیٰ یوپی جناب رام پرکاش نے کہا کہ طلبہ کو اس زائد مضمون میں پاس ہونا پڑے گا۔ لیکن ان کے حاصل کئے ہوئے نمبروں کو مجموعی نمبروں میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ اس مضمون کے پچاس نمبر ہوں گے۔

طلبہ جنرل انگلش، اردو، سنسکرت یا کوئی اور زبان لے سکتے ہیں۔ یہ طریقہ ۱۹۶۹ء کے امتحانات پر لاگو ہوگا اور اس سال انٹرمیڈیٹ کلاسوں میں داخل ہونے والے فرسٹ ایر کے طلبہ کو اس مضمون کا انتخاب ابھی کر لینا ہے۔

(قومی آواز، لکھنؤ)

اردو کو اس کا جائز حق دیا جائے

نئی دہلی، کانگریس ورکنگ کمیٹی نے جس کا دو روزہ اجلاس کل یہاں ختم ہوا فیصلہ کیا کہ اقلیتوں کی جائز شکایات دور کی جائیں اور اردو کے مسئلہ میں زیادہ وسیع النظری سے کام لیتے ہوئے اس کو ایسا مناسب مرتبہ دیا جائے جس کی وہ حقدار ہے۔

ورکنگ کمیٹی نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اردو جسے دستور میں ایک قومی زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے اسے تمام ریاستوں میں مناسب مرتبہ ملنا چاہیے اور سہ لسانی فارمولا میں اسے بھی شامل ہونا چاہیے اگرچہ اردو کے مرتبہ کا قانون اور ضوابط میں تحفظ کیا گیا ہے پھر بھی اسے اس کا جائز مقام اس لیے نہیں دیا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں حکومت کی تسلیم کردہ پالیسیوں پر عمل در آمد نہیں کیا گیا ہے۔

اس جانب اشارہ کیا گیا کہ بہار اور یوپی کے زیادہ تر حصوں میں ابتدائی اور ثانوی سطح پر اردو پڑھانے کی سہولتیں بالکل نہیں ہیں اور پچھلے عام انتخابات سے قبل بہار میں اردو کے بارے میں صدارتی حکم جاری کرنے کی ایک تجویز کو بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس پر مسلمانوں کی کئی شخصیتوں نے بہار میں پر عام اعلان کر دیا کہ اقلیتیں صرف انھیں امیدواروں کو ووٹ دیں گی جو اردو کی حمایت کا عہد کریں گے۔

اس سوال پر کہ یوپی اور بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے ممبران کے خیال میں اختلاف تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ جناب فخر الدین علی احمد نے اس مطالبہ کی حمایت کی جب کہ ڈاکٹر رام سبھاگ سنگھ نے یہ کہہ کر اس کی سخت مخالفت کی کہ کانگریس اس طرح جن سنگھ اور دوسرے انتہا پسند عناصر کے "ہاتھ کا کھلونا" بن جائے گی۔

اپنی دلیل میں ڈاکٹر سبھاگ سنگھ نے کہا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمان ہندی نہ پڑھیں" اگرچہ جو اردو پڑھنا چاہیں انھیں اس کے پڑھنے کی سہولتیں مہیا کرنا چاہیے۔

جناب جگجیون رام اور جناب کے۔ ڈی مالویہ نے ان

"دشواریوں" پر زور دیا جو یوپی اور بہار میں اردو کو دوسری زبان کا درجہ دینے سے پیدا ہو سکتی ہیں۔

(قومی آواز لکھنؤ)

اردو کو یوپی میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ نہیں دیا جائے گا

لکھنؤ۔ ڈپٹی چیف منسٹر رام پرکاش نے آج اعلان کیا کہ اردو اترپردیش کی دوسری سرکاری زبان نہیں ہوگی۔

یہاں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ حکومت جس نے یہ فیصلہ کیا ہے بہرحال اردو زبان کی ترقی کے سلسلہ میں ہر ممکن سہولت مہیا کرے گی۔

جناب رام پرکاش نے کہا کہ اردو کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان تسلیم کر لینے کے کوئی عملی معنی نہیں ہیں مزید برآں اردو ملک کے کسی علاقہ کی زبان نہیں ہے۔

جناب رام پرکاش نے کہا کہ جب متحدہ محاذ نے اپنا نفاذ نکاتی پروگرام مرتب کیا تھا اس وقت اردو سے متعلق جن سنگھ نے اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر اردو کو زبردستی مدد دینے کی کوشش کی گئی تو جن سنگھ حکومت کو چھوڑ دے گی۔

(الجمعیۃ دہلی)

اردو اور اقلیتوں سے کئے گئے وعدے پورے ہونے چاہئیں

دلی۔ اردو کے سلسلے میں جو وعدے کئے گئے ہیں اور اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں جو یقین دہانیاں کی گئی ہیں وہ پوری ہونی چاہئیں۔ اس خیال کا اظہار وزیر اعظم ہند مسز اندرا گاندھی نے آج صبح فرقہ واریت مخالف پندرھواڑے کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔

وزیر اعظم نے کہا کہ یوپی اور بہار میں اردو کا مسئلہ چل رہا ہے اور یہ خالی اردو کا ہی سوال نہیں ہے بلکہ ملک میں جو الگ الگ اقلیتیں ہیں یہ ان کا بھی سوال ہے کہ کس طرح ہم ان مسئلوں کو حل کریں اور عمل کریں کہ جس سے کسی کو یہ محسوس نہ ہو کہ ہم سے برابر کا سلوک نہیں ہو رہا ہے وزیر اعظم نے اس سلسلہ میں کہا کہ ہمارے آئین میں یقین دہانیاں کی گئی ہیں مگر بہت سے لوگوں نے اسے دل سے نہیں مانا ہے۔

(الجمعیۃ دہلی)

دس سال کے اندر اندر یونیورسٹیوں میں علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے گا

نئی دہلی۔ آج مرکزی کابینہ نے فیصلہ کر دیا کہ یونیورسٹی کی سطح پر دس سال کے اندر انگریزی کے بجائے علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے، پری یونیورسٹی اسٹیج کے لیے یہ مدت پانچ سال رکھی گئی ہے۔ آج اپنی میٹنگ میں مرکزی کابینہ نے اس مقصد کے لیے ایک اسپیشل ریزولیوشن منظور کیا جس کو عنقریب مرکزی وزیر تعلیم جناب ترگنا سین پارلیمنٹ میں پیش کریں گے۔

دریں اثناء اگرچہ مرکزی حکومت انگریزی کے رواج کو باقی رکھنے کے سلسلہ میں غیر ہندی ریاستوں کو جناب نہرو کی یقین دہانیوں کو پورا کرنے کی خواہشمند ہے لیکن مرکزی حکومت کو یقین ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مجوزہ بل پیش کر سکے گی اس کی خاص وجہ بتائی گئی ہے کہ ریاستوں نے مجوزہ بل کے سلسلہ میں اپنی رائے ابھی مرکز کو نہیں بھیجی ہے صرف آٹھ نو ریاستوں نے اپنے نظریات سے حکومت ہند کو باخبر کر دیا ہے جن ریاستوں نے اپنے نظریات سے حکومت ہند کو ابھی تک مطلع نہیں کیا ہے۔

اس میں جنوب اور شمال دونوں علاقوں کی ریاستیں شامل ہیں۔

(الجمعیۃ دہلی)

اردو تحریک سودے بازی! ہندی ادیب کا خیال

لکھنؤ۔ ہندی کے مشہور ادیب امرت لال ناگر نے اردو زبان کی مخالفت میں کہا کہ وہ ہندی کی زبان کا ایک ادبی اسلوب ہے اس لیے اسے علیحدہ زبان خیال نہیں کیا جانا چاہیے۔

جناب ناگر نے جو یہاں ہندی ادیبوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے کہا کہ بیرونی ملکوں کے ادیبوں نے بھی محسوس کیا ہے کہ اردو ایک مستقل زبان نہیں ہے۔

ہندی ادیب نے کہا کہ اردو کا مسئلہ ان سیاست دانوں نے کھڑا کیا ہے جو اردو کی تحریک اس وقت چلاتے ہیں جب عوام غیر ملکی زبان یعنی انگریزی کے خلاف اپنی آواز اٹھاتے ہیں جنھیں انگریزی کا ہٹایا جانا اور اس کی جگہ پر قومی زبان کا اختیار کیا جانا پسند نہیں۔ انھیں کے زیادہ تر لوگ اردو کا سوال پیدا کر دیتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ اردو شہری علاقوں کے کچھ مسلمان اور صرف چند ہندو بولتے ہیں گاؤں میں مسلمان بھی اردو نہیں بولتے وہ ہندی کے مختلف اسالیب استعمال کرتے ہیں وہاں ہندی ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی مشترکہ زبان ہے۔ جناب امرت لال ناگر نے کہا کہ اردو تحریک کو سیاسی سودے بازی کے نقطے سے شروع کیا گیا ہے یہ تحریک فرقہ وارانہ کشیدگی کی طرف لے جا رہی ہے اور اگر اسے چلنے دیا گیا تو ریاست میں انتشار کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔

(قومی آواز)

تبصرہ

محمد انصار اللہ نظر

تلخیص سراپا سخن

مولف: سید محسن علی موسوی
مرتب: ڈاکٹر سید سلیمان حسین
ناشر: نایاب بکڈپو، نادان محل روڈ، لکھنؤ
قیمت: چار روپے

تذکرہ سراپا سخن اردو تذکرہ نویسی کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے غالباً یہ امتیاز اسی تذکرے کو ہے کہ اس کے مولف نے معاصر شعراء سے مختلف موضوعات پر (جو اس ابتدائی نہج پر انسان کے مختلف اعضا تک ہی محدود تھے) غزلیں کہنے کی فرمائش کی اور اشعار کو الگ الگ عنوانات کے تحت جمع کیا یہ بات اس لحاظ سے زیادہ اہم ہے کہ اگر اس طور پر اردو غزل کے مزاج میں بتدریج تبدیلی رونما ہوتی تو یہ صورت خوب سے زیادہ قریب اور نتیجے کے طور پر زیادہ کامیاب و موثر ہو سکتی تھی محسن کے اس تذکرے کا حسن اور اس کی اہمیت اس کی مخصوص ترتیب ہی کے سبب ہے چنانچہ خود اس نے اسی بنا پر یہ لکھا تھا کہ

"یہ نئے رنگ ڈھنگ کا تذکرہ نادر الوجود و نایاب ہوگا۔"

اس نئے ڈھنگ کے تذکرے کی تالیف کے لیے اسے کتنی محنت کرنی پڑی ہے اس کا اندازہ اس کے تحریر کردہ "سبب تالیف" سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر سید سلیمان حسین صاحب نے اس تذکرے کی "تلخیص" کی ہے "مقدمے" میں فرماتے ہیں کہ

"اتنی اہمیت کے باوجود اس کتاب میں شعرا کے نام کسی ترتیب سے نہیں تھے چنانچہ اگر کسی شاعر کا حال معلوم کرنا ہے تو پوری کتاب کی ورق گردانی کرنا ہوگی۔" (ص 12)

اس تذکرے کی اس خامی کو دور کرنے کا ایک آسان تر طریقہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس کے آخر میں ایک مکمل "اشاریہ" شامل کر دیا جاتا لیکن ڈاکٹر سلیمان حسین صاحب نے اس سے زیادہ زحمت گوارا فرمائی اور

"شعرا کے ناموں کو بہ اعتبار حروف تہجی ترتیب دے دیا ہے شعرا کے حالات مصنف نے اگرچہ مختلف مقامات پر لکھے ہیں اور کہیں کہیں جزئی اضافہ بھی کیا ہے۔ ترتیب میں ان سب کو موجودہ تہذیب کتابت کے مطابق ایک جگہ جمع کر کے مختصر نمونہ کلام بھی پیش کر دیا ہے۔" (ص 13)

مصنف نے شعرا کا جو نمونہ کلام پیش کیا اسے مختصر کرنے کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے جو طریقہ اختیار کیا اس کی وضاحت نہیں کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں شاید کسی اصول کی پابندی نہیں کی گئی اور صحیح یہ ہے کہ یہ پابندی کچھ آسان بات بھی نہ تھی۔ شعرا کے حالات جمع کرنے میں جس چیز پر مرتب نے سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ ترتیب ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ شعرا کے تخلص (نہ کہ نام نہیں) اب بھی حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب نہیں ہوئے مثال کے طور پر بیدار کے بعد تجو، برق کے بعد پرشکستہ، تمنا کے بعد تحریر، فرلیفیدا، ظفر کے بعد ظاہر، فرحت کے بعد فرقت، بحر، فرحت، گویا کے بعد گوہر، گھر کے بعد گلشن، مفتون کے بعد مصحفی اور مضطر، مقدر کے بعد مقبول، مبتلا کے بعد مجروح، موجد وغیرہ اور ہجر کے بعد ہوش کے بعد موشن وغیرہ کو ترتیب ملتا ہے۔

اس تلخیص کا دوسرا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ شعرا کے حالات جو مختلف صفحات پر بکھرے ہوئے تھے انہیں یکجا کر دیا گیا ہے لیکن اس سلسلے میں بھی ماخذ نہ ہونے کے سبب اکثر اہم اطلاعات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اس کی چند مثالیں مختصر اشاریہ طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

تخلص	عبارت درج صفحہ ... مندرجہ سراپا سخن مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ 1898ء جو اس "تلخیص" میں درج نہیں ہیں
اشتیاق	"اشتیاق ولد رضا علی خاں" بن مرزا علی خاں سالار جنگی - ص 2
امانت	"اورنگ آبادی شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ص 99
جان صاحب	"صاحب دیوان شاگرد نواب عاشور علی خان بہادر" ص 30
جوشش	"مقیم ... بن نواب محبت خاں محبت، بن نواب حافظ الملک ... باشندہ بریلی" ص 66
جوہر	"مرید شاہ ... وارثی گری کا اور ترجمہ دیوانی بادشاہی ... عالم برادر عمرزادہ ... صاحب راجہ تو مر کا ... فارسی میں شاگرد ناسخ" ص 82
خان	"اورنگ آبادی ... پسر محمد پناہ آفتاب ... بہت شاگرد ... ایضاً ص 101

سرآمد

فرہاد اپنے بت کا میں بھی ہوں سرآمد | شیریں کو دیکھتا ہوں محبت کی آنکھ سے

یہ مشاعرہ بیٹھی طوائف کے گھر ہوا تھا اس کا تخلص شیریں ہے کہ اس مقطع کا باعث سرور حاضرین ہوا ص 90

ہلال "ایک دیوان کہ جس کا مقطع تاریخ ہے اور دیکھ

سراپا کہ جس کی تاریخ آغاز یہ شعر ہے

یہ تاریخ آغاز اشعار کی ہے
سراپا یہ تصویر دلدار کی ہے

ص 220

اور ایک مثنوی متفق و مردف ان کی طبعزاد ہے۔

عروج " بہ سبب رفاقت نواب روشن الدولہ مقیم کانپور صفحہ [illegible]

رشک " اور ادراک شاگرد خواجہ وزیر وزیر کے "صفحہ ۹۵

فاضل مرتب نے مصنف کے مختلف بیانات میں جو اختلاف ملتا ہے اس سے بھی بحث نہیں کی ہے جو تدوین کے اصولوں کے تحت نہایت ضروری تھا اس کی بھی چند مثالیں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تخلص	عبارت تخلیص	عبارت سراپا سخن مطبوعہ ۱۸۹۸
منیر	ان کا مولد اکبر آباد صفحہ [illegible]	مولد ان کا لکھنؤ صفحہ ۲۰۸
نقی	ولد واجد علی خاں صفحہ [illegible]	ولد امجد علی خاں صفحہ [illegible]
میر	کچھ دیوان ہندی صفحہ ۱۸۹	پانچ دیوان اردو صفحہ ۱۱۲
کامل	ولد عنایت احمد صفحہ ۱۹۳	ولد عنایت محمد صفحہ ۱۲۳
خورشید	کانپور کے ... رشک کے شاگرد ہوئے لکھنؤ میں جب آئے ... برق سے اصلاح لی صفحہ [illegible]	پہلے شاگرد برق ... بعدہ ... رشک کے ہوئے

اغلاط کی تصحیح اور اختلافات سے بحث کرنا بھی اہم ہے لیکن اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اصل تذکرے میں شعراء کے حالات جس طرح لکھے ہیں نقل کرتے وقت ان میں بعض ایسی غلطیاں در آئی ہیں جو تحقیقی نقطۂ نظر سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں مثال کے طور پر شیخ غلام قطب الدین کا تخلص مصیبت لکھا ہوا تھا تخلیص میں "معصیت" ہوگیا، اسی طرح نظامی کو نظام (صفحہ [illegible]) مسرور کو سرور (صفحہ [illegible]) رشید الدولہ کو رشید الملک (صفحہ ۱۵۹) عبدالعلی کو عبدالغنی (صفحہ ۱۴۹) حیدری حسین آباد کو حیدری حسن آباد (صفحہ ۲۹) محمد جعفر محزون کو محمد جعفر منصور (۹۸) قدم شریف کو قوم شریف (صفحہ [illegible]) بنا دیا گیا ہے یہ تخلیص چند ہیں جن کی نشاندہی کی گئی ورنہ تلاش کیجیے تو اس تخلیص میں غیر موزوں اشعار بھی مل جائیں گے اور متن و اغلاط کی ایک طویل فہرست تیار ہوگی یہاں صرف دو شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

تجھ چھوٹے نہ لگے ہے میرے ہاتھ سے
ڈالے ہیں پاؤں میں زنجیر اپنے ہاتھ سے

مصرعہ اول میں بہت سے پہلے نہ چاہیے

حد ہوتی ہے ... ظالم
بگاڑتے ہیں ... دل کو

مصرعہ ثانی میں یہ زائد ہے

ان مثالوں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ

اس تخلیص کی تدوین میں کما حقہ توجہ اور محنت سے کام نہیں لیا گیا ہے اس میں یہی نہیں کہ غلطیاں رہ گئی ہیں بلکہ یہ بھی ہوا ہے کہ تمام شعراء کے حالات بھی شامل نہیں ہیں چنانچہ ردیف شین میں ایک شاعر میر شکوہ علی شکوہ کا تذکرہ نہیں ہے جو سراپا سخن مطبوعہ ۱۸۹۸ میں صفحہ ۱۰۴ پر مذکور ہے۔

امید ہے کہ دوسرا ایڈیشن مرتب کرتے وقت ڈاکٹر سید سلیمان حسین صاحب نہ صرف ان خامیوں اور فروگذاشتوں کی اصلاح و تلافی کرلیں گے بلکہ تدوین کے معیار کا بھی لحاظ کریں گے ورنہ سراپا سخن ایسا تذکرہ نہیں ہے جو نایاب یا کمیاب بھی کہا جاسکے، ہر اچھی لائبریری میں اس کے مطبوعہ نسخے مل جاتے ہیں ضرورت ہے کہ اسے تدوین کے صحیح معیار و اصول کے مطابق مرتب کرکے شائع کیا جائے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر نصیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا